ریکارڈ نہیں رکھا ہے لیکن انگریزوں کے ذریعہ ۱۸۱۸ء سے ۱۸۳۵ء یعنی سات
سال کا ایک ریکارڈ مرتب کیا گیا تھا جس کے تحت اس دوران ۸ ہزار عورتوں کو
ستی کے نام پر بلی دی گئی ۲۷ مارچ ۱۸۱۸ء کو انڈیا گزٹ میں شائع ایک خط
کے مطابق غیر شادی شدہ لڑکیاں بھی ستی کی بھینٹ چڑھائی گئیں۔ وہ صرف
اس لئے کہ وہ کسی سے منسوب تھیں اور اس کے ہونے والے شوہر کی موت ہوگئی تھی۔
بیوہ عورتوں کو نشہ آور ادویات پلاکر مردہ شوہر کی لاش سے کس کر باندھ دیا جاتا
تھا اور پھر چتا میں آگ لگا دی جاتی تھی لمبے لمبے بانس سے اسے مارا جاتا تھا۔
تاکہ وہ جلتی ہوئی چتا سے اٹھ کر بھاگ نہ جائے ایسی صورت میں اسے دوبارہ ہاتھ
پاؤں باندھ کر یا دھکیل کر شعلوں کے حوالہ کر دیا جاتا تھا ۱۸۱۹ء میں بنگال کے
۲۴ پرگنہ ضلع میں ۵۳ عورتوں کو بطور ستی جلانے کا ریکارڈ موجود ہے جس
میں ۳۸ فیصد کا تعلق برہمن خاندان سے ۱۹ فیصد کا استھ اور چار فیصد بندیا
سے ہے یعنی ۶۱ فیصد عورتیں جنہیں ستی کے نام پر زندہ جلایا گیا بھدرا لوک
طبقہ سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ ۱۸۷۲ء کی مردم شماری کے مطابق اس طبقہ کی
آبادی ۲۴ پرگنہ میں صرف ۱۶ فیصد تھی ۳۸ فیصد برہمن عورتیں ستی کی بھینٹ
چڑھائی گئیں۔ جبکہ برہمن کی تعداد صرف ۹ فیصد تھی۔ ولیم وارڈ نے ۱۷۹۲ء میں
۲۴ پرگنہ کا ہی ایک دلخراش واقعہ تحریر کیا ہے کہ کلکتہ کے جنوب میں مجلپور
کے ایک برہمن بنچارما کی موت ہو گئی تو حسب رواج اس کی بیوی کو ستی ہونے
کے لئے مجبور کیا گیا اور اسے لاش کے ساتھ باندھ دیا گیا اور چتا کو آگ لگا دی
گئی موسم ابر آلود تھا اور اندھیرا بھی پھیل گیا تھا ایسے میں وہ عورت جزوی طور
پر جلی ہوئی حالت میں چتا سے نکل کر قریب کی جھاڑی میں چھپ گئی تھوڑی
دیر بعد لوگوں کو احساس ہوا کہ صرف ایک لاش جل رہی ہے تو اس عورت کی تلاش
شروع ہوئی اور اس کے بیٹے نے اسے پکڑ کر نکالا اور اسے مجبور کیا گیا کہ وہ

دوبارہ آگ میں جل جائے یا پانی میں ڈوب کر اپنے کو پھانسی لگا کر مرجانے کے لئے تیار ہو جائے وہ بے چاری بے بس عورت اپنے بیٹے سے ہی زندگی کی بھیک مانگتی رہی لیکن بیٹا اپنی ذات چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں تھا نتیجتاً ہی کے بیٹے اور دوسرے لوگوں نے اس کا ہاتھ پاؤں باندھ کر دوبارہ اس جلتی ہوئی چتا پر پھینک دیا۔ شاید دنیا کی تاریخ میں ایسی مثال دیکھنے سے بھی نہ ملے جو ایک بیٹے نے اپنی ماں کے ساتھ کیا۔ کلین برہمن کی بیویاں بھی اسی طرح اپنے شوہر کے ساتھ جلادی جاتیں خواہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ کبھی رہی بھی رہی ہو ایسا اس برہمن واش کا نتیجہ تھا جس کے تحت اسے بتایا جاتا تھا کہ اس کا شوہر (یعنی پرمیشور) اس کا انتظار کر رہا ہے اور اس طرح ایک ساتھ سب لوگ سورگ میں چلے جائیں گے مزید یہ کہ اس کے میکہ اور سسرال دونوں خاندان کے لئے یہ باعث عزت واحترام اور نیک نامی ہے ——————

یہ اپریل مئی ۱۹۹۶ء کا مشترکہ شمارہ

بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر ماہانہ "برہان" دہلی کا زیر مطالعہ شمارہ اپریل اور مئی ۱۹۹۶ء کا مشترکہ شائع کیا جارہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ قارئین کرام ہماری مجبوری کو محسوس کرتے ہوئے ادارہ کے ساتھ اپنے تعاون کو جاری رکھیں گے۔

گذشتہ دنوں دفتر ندوۃ المصنفین دہلی میں اچانک آگ لگ جانے سے ادارہ کو جو نقصان اٹھانا پڑا ہے اس کی تلافی کی صورت صرف یہ ہی ہو سکتی ہے کہ ہمدردان بُرہان ادارہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعاون فرمائیں۔ خریدار حضرات اپنا زرتعاون فوراً ارسال کریں۔ اور نئے خریدار بنانے کے لئے بھی سعی وجد وجہد کریں۔ ادارہ اپنے قارئین کرام کے اس تعاون کے لئے حد درجہ شکر گذار ہوگا۔

نوٹ:- خریدار حضرات سے درخواست ہے کہ اپنا زر تعاون ارسال کرتے وقت منی آرڈر فارم پر اپنا مکمل نام و پتہ ضرور تحریر فرمایا کریں۔

دسویں صدی ہجری کا باکمال محدّث

قسط ۱

از

جناب شیخ فرید برہان پوری

(پروفیسر رابرٹسن کالج جبل پور)

دسویں صدی ہجری کا باکمال محدث ـــــ حضرت شیخ علی متقی برہان پور کی مایۂ ناز ہستی ہے۔ وہ اپنے دور کے ممتاز عالم اور فاضل اجل تھے۔

علی متقی اصلاً جونپوری اور مولداً برہان پوری ہیں۔ ان کے والد حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خاں اپنے اہل و عیال کو لے کر جون پور سے برہان پور آ گئے۔ اور یہاں ۸۸۵ھ/۱۴۸۰ء میں علی متقی پیدا ہوئے۔ سات یا آٹھ سال کی عمر میں تقریباً ۸۹۳ھ/۱۴۸۷ء میں ان کے والد نے حضرت شاہ بہاء الدین باجن کے حلقۂ ارادت میں شامل کر دیا۔

اپنے والد بزرگوار اور شہر کے دوسرے علماء سے علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی۔ اور مختصر عرصہ میں علم و فضل میں کمال حاصل کر لیا۔

والد کی وفات کے بعد ابتدائے شباب میں ملازمت کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس ارادہ سے شادی آباد ـــ مانڈو ـــ پہنچے۔ اور وہاں ملازمت کر لی۔ فارغ البالی کے ساتھ زندگی گذارنے لگے۔ کچھ مال و متاع بھی جمع کر لیا۔ مگر خدا کی عنایت اور ہدایت کی دستگیری سے دنیاوی مال و متاع کی وقعت نظروں سے اٹھ گئی۔ اور اس فانی دنیا کی حقیقت کے انکشاف کے بعد دنیا سے قطع تعلق کرنے کی ٹھان لی۔ ملازمت چھوڑ کر برہان پور واپس آئے اور شیخ عبدالحکیم ابن شاہ باجن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی صحبت سے فیض پاتے رہے خاندانِ چشتیہ کا خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

ان کے ابتدائی حالات نہیں ملتے۔ انھوں نے اپنا حال یوں بیان کیا ہے ——

" یہ فقیر جب بچہ تھا۔ اُس وقت والد رضی اللہ عنہ نے شیخ اجل شیخ باجن چشتی کا مُرید کر دیا تھا۔ ان کا طریقہ : وجد و سماع صفا و ہیجان کا باعث ہوا۔ پس جب میں سن شعور کو پہنچا۔ اور حق و باطل کی تمیز ہوئی۔ تو انھیں کو میں نے اپنا شیخ رکھا۔ اور انھیں کے قول پر عمل کرنے کے لئے راضی ہوا۔ کیونکہ مشائخین کا یہ قول ہے۔ کہ لڑکا جب مرید کر دیا جاتا ہے۔ تو اس کو بالغ ہونے کے بعد اختیار رہے کہ چاہے اسی شیخ کو اپنا شیخ بنائے یا کوئی اور شیخ بنائے۔ میں نے انھیں کو اپنا شیخ رکھا جب میرے والد اور حضرت شیخ (شاہ باجن) کا انتقال ہو گیا۔ تب میں مشائخین خاندان عالیہ چشتیہ بہشتیہ کا خرقہ حضرت شیخ عبدالحکیم بن شیخ باجن سے پہنا۔"[1]

غالباً ۹۱۲ھ / ۱۵۰۶ء میں حضرت شیخ عبدالحلیم کے مرید ہوئے۔

ملتان کا سفر اور قیام | رہِ طریقت میں پیش آنے والی مشکلات کا حل تلاش کرنے کے لئے ملتان کا قصد کیا۔ دو سال تک شیخ حسام الدین ملتانی کی صحبت میں رہے۔ اور ظاہری و باطنی فیوض سے مستفیض ہوتے رہے۔ ان سے اکثر تفسیر بیضاوی اور عین العلم کا تذکرہ رہا۔

عبدالوہاب متقی برہان پوری [متوفی ۱۰۰۱ھ / ۱۵۹۲ء] کی روایت سے اخبارالاخیار میں منقول ہے کہ ——

" جب شیخ الاسلام حضرت حسام الدین کی خدمت میں ملتان میں رہتے تھے۔ شیخ الاسلام خود اپنے سر پر کتابیں رکھ کر ان کے حجرے میں آتے تھے۔ کیوں کہ یہ خلوت میں رہتے تھے اس لئے اندر جانے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے وہ فرماتے تھے کہ حسام الدین آیا ہے۔ کیا حکم ہے۔ ایک دو دفعہ اسی طرح کہتے تھے۔ تو حضرت دروازہ کھول دیتے تھے۔ اکثر ایسا

---

[1] اخبار الاخیار (اردو) صفحہ ۳۶۸ ۔ ترجمہ مراۃ احمدی صفحہ ۱۰۳ معارج الولایت قلمی صفحہ ۳۸۹ (درحقیقۃ الاولیاء میں فارسی عبارت نقل ہے) مذکورہ بالا عبارت اس رقعہ کا ترجمہ ہے۔ جو انھوں نے اپنی رحلت کے وقت کسی مخلص کے سپرد کر دیا تھا۔ [2] ایضاً صفحہ ۳۶۹ ۔

یہ ہوا کہ حضرت شیخ حجرہ نہ کھولتے تھے۔ تو حضرت شیخ الاسلام واپس ہو جاتے تھے ....
اکثر تفسیر بیضاوی کا مذاکرہ کیا کرتے تھے"

اسی طرح چند سال حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں ملتان میں رہے جب جاذبۂ رفیق نے مرکز ـــــ سوادِ اعظم ـــــ کی جانب کھینچا۔ تو مدینہ منورہ کے قصد سے ملتان سے روانہ ہوئے۔ مانڈو آئے۔ یہاں والدہ کی بیماری کی وجہ سے کچھ عرصہ تک ان کو قیام کرنا پڑا۔ ان کی آمد کی خبر سن کر طالبانِ رشد و ہدایت جوق در جوق آنے لگے۔ ہر وقت ایک مجمع رہتا۔

والدہ کی وفات کے بعد مانڈو گڑھ سے احمد آباد آئے۔

قیام احمد آباد | احمد آباد میں ورود اور قیام کے زمانہ کا تعین مشکل ہے۔

کچھ عرصہ تک انھوں نے احمد آباد میں قیام کیا۔ ان کی بزرگی اور فضیلت کا شہرہ سن کر سلطان بہادر شاہ والی گجرات نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ عوام پروانہ وار ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ اکثر تنگ آ کر دروازہ بند کر کے بیٹھ جاتے تھے۔

انھی دنوں ـــــ قاضی عبداللہ سندھی ـــــ صاحب علم و تقویٰ ـــــ گردشِ روزگار سے پریشان ہو کر گجرات کی راہ عازمِ مدینہ تھے۔ شیخ سے ان کو بے حد عقیدت اور محبت تھی۔ بادشاہ نے شوقِ ملاقات کی شدت سے مجبور ہو کر قاضی صاحب موصوف کی معرفت باریابی چاہی۔ انھوں نے قاضی صاحب کی درخواست منظور کر لی۔ سلطان حاضرِ خدمت ہوا۔ اور ان کے نصائح و ارشادات کو غور سے سنا۔ اور ایک کروڑ تنکہ گجراتی سکہ ـــــ بطور نذرانہ ان کی خدمت میں بھیجا۔ چونکہ یہ نذرانہ قاضی صاحب کے توسل سے حاصل ہوا تھا۔ قاضی صاحب کو عنایت کر دیا۔

گجرات سے ۹۵۳ھ / ۱۵۴۶ء میں دیارِ عرب کا رخ کیا اس وقت ان کی عمر ۶۱ برس کی تھی۔

سفر میں طریق زندگی | سفر میں ان کا طریقہ یہ تھا کہ دو تھیلے ساتھ رکھتے تھے۔ ایک میں کھانے پینے کا ضروری سامان اور دوسرے میں قرآن پاک اور چند کتابیں۔ کھانے کا سامان بھی دو تین دن سے زیادہ کا نہ ہوتا تھا جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے۔ چقماق سے آگ جلاتے اور اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتے تھے۔ اور خود ہی برتن وغیرہ صاف کر لیتے تھے۔ اس باب میں انھوں نے کسی کی خدمت قبول نہ کی۔

مکہ میں سکونت | شیخ نے عرب پہنچ کر مشہور اور معروف اساتذہ اور شیوخ کی خدمت میں چند سال تک علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کی۔ ان شیوخ میں شیخ ابن حجر مکی۔ شیخ ابو الحسن بکری۔ اور محمد بن سخاوی جیسے فاضل اجل شامل ہیں۔ چند سال میں شیخ نے اپنی فطرت ذہانت۔ روحانی ذوق اور توفیق ایزدی سے یہ مرتبہ حاصل کر لیا۔ کہ استاد شاگرد اور شاگرد استاد ہو گیا۔

"از ہند در سال نہصد و پنجاہ د سہ سال بصوب حرمین شریفین خرامش فرمود و توفیق تصیح و تصحیح جملگی صحاح حدیث در ملازمت شیخ ابو الحسن بکری شافعی مصری و دیگر محدثان معجزبیان یا . . . . . استعداد خدیو مردم را بافادہ فرمائی بہ مسند . . . . . . نشاند و فراوان تالیفات سود مند در فن حدیث برائے رہنموئی مردم گذاشت"[1]

۹۵۰ھ / ۱۵۵۰ء سے ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء تک مکہ میں حدیث شریف کی دائرۃ المعارف "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال" ——— کی ترتیب و تہذیب میں مصروف رہے جس نے سیوطی کے مجموعۂ احادیث پر خط نسخ پھیر دیا۔

شیخ اس درمیان میں ۹۶۱ھ / ۱۵۵۳ء تک دو مرتبہ گجرات آئے۔ وہاں شیخ اور سلطان محمود کی ملاقات کی تفصیل "ظفر الوالہ بمظفر و آلہ"[2] میں درج ہے۔

یہاں سلطان محمود اکثر خلاف شریعت لباس پہن کر حاضر خدمت ہوتا۔ اس کی طرف انھوں نے کبھی توجہ نہ کی۔ ایک مرتبہ جب سلطان شرعی لباس میں حاضر ہوا۔ تو انھوں نے

[1] گلزار ابرار زرق ص ۲۵۶۔ اذکار ابرار ص ۱۰ [2] ظفر الوالہ ——— مطبوعہ لندن ص ۳۱۵